زمین کی انفرادی ملکیت کے عدم جواز پر دلائل کا مطالعہ

محمد اسحاق*

ABSTRACT:

ALLAH is the creator of this universe and the whole system of this universe is being run only by ALLAH. Land and all other material things have been created for humans. To make this system up and running in the most effective manner, all the land and other material things have been granted in the ownership of humans. Therefore, in all the matters pertaining to this ownership, the opinion of the majority of Islamic scholars will be preferred.

A vast majority of Islamic researchers and spiritual leaders have accepted the human's individual ownership on land. But, few of them have also disagreed with this concept. They say that the land should remain in the collective ownership and individual ownership is not righteous in the sense that it is unjust with the poor. As all the land will be owned by rich capitalists and the poor would be deprived of a chance to become prosperous.

This opinion is against the concepts given in Qur'an and Traditions of the Prophet (PBUH) as there is no mention of this individual ownership as unjust or illicit. The rich companions of Prophet Muhammad (PBUH) used to sale and purchase the land (real estate properties) where as the poor ones were unable to do so. But, even then, Prophet Muhammad(PBUH)? never prohibited this act of sale and purchase of land which is evidence that it is right and not prohibited by the teachings of Islam.

Keywords: Land, Ownership, Sale, Purchase.

جمہور آئمہ اور فقہاء کے ہاں اشیائے صَرف کی طرح زمین پر بھی انسان کی شخصی اور انفرادی ملکیت جائز ہے۔ دین اسلام اس سلسلے میں زمین اور دیگر اشیاء کے درمیان فرق نہیں رکھتا بلکہ دونوں کا حکم یکساں بتاتا ہے۔ البتہ کچھ محققین نے جمہور محققین کے موقف سے اختلاف کرتے ہوئے زمین کی نجی اور انفرادی ملکیت کا انکار کیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ زمین کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہوسکتی اور یہ مستقل اجتماعی ملکیت کے تحت ہی رہے گی ورنہ یہ ان غریبوں کے حق میں زیادتی ہوگی جو زمینیں خریدنے کی حیثیت نہیں رکھتے ہیں۔ ان کے اس موقف میں کتنا وزن ہے اس بات کا اندازہ ان کے دلائل پر غور کرنے سے ہی ممکن ہے۔ لہٰذا ذیل میں ان محققین کا موقف ان کے دلائل کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔

* ڈاکٹر، ٹیچنگ ایسوسی ایٹ، شعبۂ اصول الدین، کلیہ معارف اسلامیہ، جامعہ کراچی　برقی پتا: dr.ishaqalam@gmail.com

تاریخِ موصولہ: ۲۰۱۶/۲/۳ء

غلام احمد پرویز اپنی کتاب ''نظام ربوبیت'' میں لکھتے ہیں:

''یہ ظاہر ہے کہ ان معاشی وسائل میں جو خدا کی طرف سے بطور بخشش (تمام نوع انسانی کو مفت) عطا ہوئے ہیں، زمین کی حیثیت بنیادی ہے۔اس لیے زمین کے متعلق اور بھی زیادہ واضح الفاظ میں کہہ دیا کہ اسے عام ضرورت مندوں کے لئے یکساں طور پر اکٹھا رہنا چاہیے۔اس پر کسی کی ذاتی ملکیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔''(۱)

پروفیسر ڈاکٹر فاروق عزیز لکھتے ہیں:

''قرآن کی تعلیمات اور بنیادی مسلمات کی رو سے صرف انسانی محنت سے حاصل شدہ کمائی جائز یا حلال ہے۔اس تصور کی روشنی میں ظاہر ہے زمین کی نجی ملکیت سرے سے ممکن نہیں کیونکہ زمین کی نجی ملکیت کا تصور سوائے غیر مکتسب آمدنی کے اور کچھ نہیں جو بنیادی قرآنی تعلیمات سے متصادم ہے۔لہٰذا اس بنیادی قرآنی اصول کے نتیجے میں زمین کی نجی ملکیت کا سرے سے کوئی جواز نہیں رہتا۔''(۲)

ڈاکٹر فاروق عزیز ''اسلامی معاشی اصول'' میں لکھتے ہیں:

''قرآن مجید صرف اور صرف ان چیزوں کی نجی ملکیت تسلیم کرتا ہے جو انسانی محنت کا نتیجہ ہوں یعنی مال و اموال، سونا چاندی، گھر اور باغات وغیرہ۔جبکہ کسی ایسی شے کو انسانی ملکیت میں تسلیم نہیں کیا گیا جس میں انسانی محنت شامل نہ ہو۔ظاہر ہے زمین کی تخلیق میں کسی قسم کی انسانی محنت کا کوئی تصور نہیں ہے لہٰذا قرآن مجید میں کہیں بھی زمین کی نسبت انسانوں سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے ہے۔''(۳)

غلام احمد پرویز اور پروفیسر فاروق عزیز کے بالا اقتباسات سے واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات زمین کی نجی اور شخصی ملکیت کے قائل نہیں ہیں۔ڈاکٹر فاروق عزیز نے خاص طور پر اس بات کا ذکر کیا ہے کہ انسان صرف اس شے کا مالک ہوسکتا ہے جس پر اس کی محنت ہو۔اور یہ قرآنی تعلیم ہے۔لیکن اگر غور کیا جائے تو قرآن کریم نے اسے قاعدہ کلیہ کے طور پر کہیں ذکر نہیں کیا کیونکہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ انسان بعض اوقات محنت کیے بغیر ہبہ وغیرہ کے ذریعے بھی اشیاء کا مالک ہوسکتا ہے اور ان اشیاء پر انسان کی ملکیت تسلیم کی جاتی ہے۔مزید یہ کہ زمین کی نجی ملکیت کا تصور غیر مکتسب آمدنی نہیں بلکہ مکتسب آمدنی ہے، جیسا کہ مواتی زمینوں کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کتب احادیث میں بکثرت موجود ہیں جن میں آپ نے زمین آباد کرنے والے کے لیے متعلقہ زمین کی نجی ملکیت کو تسلیم فرمایا ہے اور آئمہ مجتہدین نے ایسی ہی روایات سے زمین کی ذاتی ملکیت پر استدلال کیا ہے۔رہی یہ بات کہ قرآن وسنت نے زمین پر فرد کی ذاتی ملکیت کو

تسلیم کیا ہے یا نہیں۔اس کی وضاحت دلائل کے تحت ہو جائے گی۔

اب ذرا ان دلائل کا جائزہ جو یہ حضرات زمین کی نجی اور انفرادی ملکیت کے عدم جواز کے حوالے سے پیش کرتے ہیں۔

پہلی دلیل:

قرآن حکیم میں حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد پاک ہے:"إن الأرض لله"(۴)

ترجمہ۔بے شک زمین اللہ کی ہے۔

قرآن کریم کی اس آیت کو پیش کرنے سے قبل پروفیسر فاروق عزیز لکھتے ہیں:

''زمین کی تخلیق میں چونکہ انسانی محنت کا کوئی تصور نہیں لہٰذا قرآن مجید میں کہیں بھی زمین کی نسبت انسانوں سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے ہے۔''(۵)

جواب: پروفیسر ڈاکٹر فاروق عزیز نے صرف زمین کی بات کی ہے جبکہ اس کائنات میں موجود ہر شے کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔اور ظاہر ہے کہ مالک بھی وہی ہے۔اسی وجہ سے قرآن حکیم میں ملکیت کے سلسلے میں تمام اشیاء کی نسبت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف ہے۔جن میں سے یہاں بطور مثال فقط ایک ہی آیت پیش کی جاتی ہے۔سورۃ البقرہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:''لِلّٰہ ما فی السمٰوات و مافی الارض''(۶)

ترجمہ۔آسمان وزمین میں جو کچھ موجود ہے وہ سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔

پھر تو کائنات کی ہر شے اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہوگی اور انسان سرے سے ان اشیاء کا مالک ہو ہی نہیں ہوسکتا۔ذرائع پیداوار اور اشیائے صَرف سب پر اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہوگی۔اور سارے کے سارے انسان ان اشیاء میں برابر کے شریک ہوں گے۔جیسا کہ مفتی محمد تقی عثمانی ''ملکیت زمین اور اس کی تحدید'' میں ان دونوں آیات کی روشنی میں تحریر کرتے ہیں:

''پہلی آیت میں تو صرف یہ کہا گیا تھا کہ زمین اللہ کی ہے لیکن اس آیت میں کہا گیا ہے کہ اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں موجود ہے۔یعنی اس آیت میں ملکیت کو اللہ کی ذات میں منحصر کر دیا گیا ہے۔لہٰذا اگر پہلی آیت کی بنیاد پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ زمین اللہ کی ملکیت ہونے کی وجہ سے کسی کی ذاتی ملکیت میں نہیں آسکتی،تو دوسری آیت میں زیادہ قوت کے ساتھ یہ کہا جاسکتا ہے کہ آسمان اور زمین کی کوئی چیز (بشمول اشیائے صرف) اللہ ہی کی ملکیت ہونے کی وجہ سے کسی بھی انسان کی ذاتی ملکیت نہیں بن سکتی،پھر زمین کی کیا خصوصیت ہے؟ روٹی کپڑے سے لے کر فرنیچر اور دوسرے گھریلو ساز وسامان تک کسی بھی چیز پر کسی انسان کی انفرادی ملکیت ثابت نہیں ہوسکتی۔حالانکہ ان چیزوں کے بارے میں آج تک کوئی کٹر سے کٹر اشترا کی شخص بھی یہ نہیں کہہ

سکتا کہ یہ ذاتی ملکیت میں نہیں آسکتیں۔''(۷)

اور یہ بات مسلم ہے کہ کائنات کی ہر شے اللہ پاک کی ملکیت ہے۔لیکن اہل علم اسے حقیقی ملکیت سے تعبیر کرتے ہیں اس لیے کہ بہت سی اشیاء پر اللہ پاک نے عارضی ملکیت انسان کو دے رکھی ہے۔اور اسی وجہ سے قرآن کریم میں کئی جگہ زمین اور باغات وغیرہ کی نسبت انسان کی جانب بھی کی گئی ہے۔البتہ اب یہاں سوال بنیادی طور پر یہ ہے کہ کیا اس بات میں کوئی تضاد ہے کہ کوئی شے اللہ تعالیٰ کی ملکیت بھی ہو اور انسانوں کی ملکیت بھی؟

اس حوالے سے عرض ہے کہ ایک شے دو انسانوں کے مابین ان کی مشترکہ ملکیت میں ہو،اس میں تو عیب اور تناقض ہوسکتا ہے اس لیے کے نزاع کا اندیشہ ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ اور انسانوں کی ملکیت کے درمیان کوئی عیب اور تناقض نہیں ہے جیسا کہ حقیقت بھی ہے کہ کائنات کی ہر شے کا اللہ تعالیٰ مالک ہے اور ان میں سے بہت ساری اشیاء انسانوں کی ملکیت میں بھی ہیں) کیونکہ کسی بھی طرح اس میں نزاع نہیں ہوسکتا۔اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت اور انسان کی ملکیت کے معنی الگ ہیں۔دونوں میں فرق ہے۔لٰہذا دونوں کی ملکیتوں کا اجتماع ہوسکتا ہے۔تو معلوم یہ ہوا کہ کائنات کی ہر شے اللہ تعالیٰ کی ہے،خواہ وہ زمین ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور شے۔اسی وجہ سے ہر شے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ کی ملکیت حقیقی ہے جس کا ذکر ان تمام قرآنی آیات میں موجود ہے۔اور اللہ تعالیٰ نے حقیقی مالک ہونے کے بعد یہ تمام چیزیں عارضی طور پر انسانوں کی ملکیت کر دی ہیں۔لٰہذا یہ کہنا ہرگز درست نہیں کہ زمین کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہونے کی وجہ سے اب وہ کسی انسان کی ملکیت نہیں ہوسکتی۔جیسا کہ مفتی محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں:

> ''اس سے صاف واضح ہوگیا کہ کسی چیز کا ''اللہ کی ملکیت'' یا ''اللہ ہی کی ملکیت'' ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دنیوی احکام کے لحاظ سے وہ کسی انسان کی انفرادی ملکیت نہیں بن سکتی بلکہ اس سے ملکیت کے اسی بنیادی تصور کی طرف اشارہ ہے کہ ''حقیقی ملکیت'' ہر چیز پر اللہ ہی کی ہے،وہ زمین ہو یا مکان، کھانا کپڑا ہو یا دوسرا ساز و سامان، ان سب چیزوں کا مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ چنانچہ اس کو مکمل اختیار حاصل ہے وہ جس کو چاہے یہ چیزیں دیدے، جس سے چاہے، واپس لے لے، اور جس کسی کو دے، ان کو جن شرائط کا چاہے، پابند کردے، لیکن اسی ''حقیقی ملکیت'' کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو خاص شرائط اور احکام کے ساتھ ان اشیاء پر ایک ''قانونی ملکیت'' عطا فرما رکھی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کے قوانین و احکام کے لحاظ سے ایسے انسانوں کو ان چیزوں کا مالک سمجھا جائے گا، اور وہ شرعی احکام کے دائرے میں رہتے ہوئے ان اشیاء پر مالکانہ تصرف کے مجاز ہوں گے۔اس معاملے میں زمین اور اشیائے صرف میں اللہ تعالیٰ نے کوئی فرق روا نہیں رکھا بلکہ تمام اشیاء کو ایک ہی حکم میں قرار دیا ہے۔''(۸)

معلوم ہوا کہ جس آیت میں زمین کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے، اس میں ملکیت سے مراد ملکیت حقیقی ہے، جو کہ اللہ تعالیٰ کو اس کائنات کی ہر شے پر حاصل ہے۔ زمین کا بھی حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے لیکن دوسری اشیاء کی طرح زمین بھی اس نے انسان کی ملکیت میں دیدی ہے۔

قرآن کریم کی جو آیت اوپر بطور استدلال پیش کی گئی ہے اس آیت سے متعلق مولانا طاسین اپنی کتاب ''مروجہ نظام زمینداری اور اسلام'' میں تحریر فرماتے ہیں:

> ''علاوہ ازیں آیت مذکور ہماری زیر بحث زمین کی شخصی ملکیت سے تعلق ہی نہیں رکھتی بلکہ اس کا تعلق ملکی اقتدار حکومت سے ہے جس قرآنی آیت کا یہ ایک درمیانی ٹکڑا ہے۔ وہ پوری آیت سورہ الاعراف کی آیت نمبر ۱۲۸ ہے اور اس کا ترجمہ اس طرح ہے ''حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا اللہ سے مدد چاہو اور صبر سے کام لو اور یقین جانو کہ زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جنہیں چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے۔ اور یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ عاقبت اور اچھا انجام متقی لوگوں کے لیے ہے۔
>
> اس آیت میں جس وراثت ارضی کا ذکر ہے وہ استخلاف فی الارض اور ملکی اقتدار کے ہم معنی ہے، اس کا اظہار اس آیت سے متصل بعد والی آیات سے بھی ہوتا ہے مثلاً اس سے متصل پہلی آیت کا ترجمہ ہے ''قوم کے لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا ہم آپ کے آنے سے پہلے بھی ستائے گئے اور آنے کے بعد بھی، اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا شاید تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کردے اور تمہیں زمین کی خلافت عطا فرمائے اور دیکھے کہ تم کیا روش اختیار کرتے ہو'' پھر آیت نمبر ۱۳۷ کا ترجمہ ہے اور ہم نے وارث بنایا اس قوم کو جس کے افراد کمزور سمجھے جاتے تھے اس زمین کے شرق اور غرب کا جس میں ہم نے برکتیں رکھی تھیں۔ مفسرین حضرات نے لکھا ہے کہ قوم سے مراد بنی اسرائیل اور ارض سے مراد سرزمین فلسطین ہے اور وراثت سے مراد اس ملک کی حکومت ہے جو ان کو ملی تھی۔''(۹)

مولانا طاسین کی اس وضاحت سے یہ معلوم ہوا کہ قرآن کریم کی جو آیت زمین کی شخصی اور نجی ملکیت کے عدم جواز میں پیش کی گئی ہے اس کا تعلق سرے سے زمینی ملکیت سے ہے ہی نہیں، اس کا تعلق خلافت، سلطنت اور حکومت سے ہے۔ لہٰذا اس آیت کو زمین کی نجی ملکیت کے عدم جواز پر پیش کرنا ہی درست نہیں ہے۔

دوسری دلیل:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وجعل فیھا رواسی من فوقھا و بارک فیھا و قدر فیھا اقواتھا فی اربعة ایام سواءً للسائلین“(۱۰)

ترجمہ۔اور زمین کے اوپر بھاری پہاڑ رکھے اور اس کے اندر برکت رکھی، اور اس میں توازن کے ساتھ اس کی غذائیں پیدا کیں چار روز میں۔ پورا ہوا پوچھنے والوں کو۔

غلام احمد پرویز نے”نظام ربوبیت“ میں اس آیت کریمہ کا ترجمہ کچھ اس طرح کیا ہے:

”اور اس نے اس کے اوپر پہاڑ کھڑے کر دیے (تا کہ آب رسانی کا سلسلہ ٹھیک کام کرے) اور زمین میں فراوانی رزق کی استعداد پیدا کر دی اور چار موسموں میں اس کی پیداوار کے اندازے مقرر کر دیے۔ تمام ضرورت مندوں کے لیے یکساں طور پر۔“(۱۱)

ڈاکٹر فاروق عزیز کی جانب سے کیا گیا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

”اور اس نے اس کے اوپر پہاڑ کھڑے کر دیے اور زمین میں فراوانی رزق کی استعداد پیدا کر دی اور چار موسموں میں اس کی پیداوار کے اندازے مقرر کر دیے۔ اسے تمام ضرورت مندوں کے لیے کھلا رہنا چاہیے۔“(۱۲)

ڈاکٹر فاروق عزیز’اسلامی معاشی اصول‘ میں اس آیت کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں:

”اور اس نے اس کے اوپر پہاڑ کھڑے کیے اور اس میں بڑی برکت رکھی ہے اور چار ایام (موسموں) میں اس کی پیداوار کے اندازے مقرر کر دیے ہیں یہ (زمین) تمام ضرورت مندوں کے لیے یکساں ہے۔“(۱۳)

غلام احمد پرویز اور ڈاکٹر فاروق عزیز نے اس آیت کے ترجمے سے یہ ثابت کیا ہے کہ زمین میں موجود کھانے پینے کے ذخائر تمام لوگوں کیلئے ہیں اور سب اس میں برابر کے شریک ہیں لہٰذا زمین کسی انسان کی ذاتی اور شخصی ملکیت میں نہیں دی جا سکتی۔ اور اس کی پیداوار سے سارے لوگ برابر کا فائدہ اٹھا سکتے ہیں اس وجہ سے سب اس میں برابر کے شریک سمجھے جائیں گے۔ مزید ڈاکٹر فاروق عزیز ’سواء للسائلین‘ کا ترجمہ کرتے ہیں کہ”یہ (زمین) تمام ضرورت مندوں کے لیے یکساں ہے“۔ آیت کے اس ٹکڑے سے زمین کی اجتماعی ملکیت پر استدلال کیا جا رہا ہے۔

جواب: قرآن حکیم کی اس آیت کی تشریح میں اگر جا کر دیکھا جائے تو ان حضرات کے کیے ہوئے تراجم کی حیثیت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ اصل قصہ یہ ہے کہ بعض یہود نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ سوال کیا کہ آسمان و زمین کی

تخلیق کا عمل کس طرح ہوا؟ یہود کی طرف سے کیے ہوئے اس سوال کے جواب میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، جس میں ان کے سوال کا مفصل جواب تھا۔ جواب دینے کے بعد حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا''سواءً للسائلین ' اور سواء کے معنی جہاں عربی لغت میں برابر ہونے کے آتے ہیں وہاں یہ لفظ پورے ہونے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔اور یہی معنی یہاں مراد ہے جس کے بعد اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ پورا ہے سوال کرنے والوں کے لیے۔یعنی سائلین کے حق میں یہی جواب پورا اور کافی ہے۔اور اس آیت میں سائلین سے مراد کیا ہے؟ اس حوالے سے ابن جریر طبری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تفسیر میں حضرت قتادہ کا قول نقل کیا ہے:

''عن قتادة سواءً للسائلين قال من سأل''(۱۴)

ترجمہ۔حضرت قتادہ سے''سواء للسائلین'' کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا اس سے مراد سوال کرنے والے ہیں۔

اس تفسیر کے بعد ظاہر ہے کہ اس آیت سے زمین کی اجتماعی ملکیت کا ثبوت عبث ہوگا اس لیے کہ یہ تو زمین کے بارے میں کہا ہی نہیں گیا ہے بلکہ اس میں یہود کے سوال کا جواب دیا گیا ہے۔لہٰذا ان حضرات کا اپنے دعوی پر اس آیت کو بطور دلیل پیش کرنا درست نہیں ہوگا۔اور کچھ مفسرین تفسیر کرتے ہوئے آیت کا مفہوم لکھتے ہیں کہ جو غذا/خوراک اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے زمین میں رکھی ہیں یہ تمام انسانوں کی ضرورت کے مطابق ہیں۔یعنی ایسا نہیں ہے کہ جتنی تعداد میں انسانوں کو پیدا کیا گیا ہے اتنی مقدار میں خوراک کا انتظام نہیں ہے۔مولانا مودودی نے شیخ ابن زید کے حوالے سے اس آیت کے معنی یوں درج فرمائے ہیں:''زمین میں اس کے ارزاق مانگنے والوں کیلئے چار دنوں کے اندر رکھ دیے، ٹھیک اندازے سے ہر ایک کی طلب وحاجت کے مطابق''(۱۵)

مولانا امین احسن اصلاحی مزید وضاحت کے ساتھ لکھتے ہیں:

''یعنی اللہ تعالیٰ نے جتنی قسم کی مخلوقات پیدا کی ہیں اور ان کی بقا کے لیے جس قسم کی غذا کی احتیاج ان کے اندر رکھی ہے، ان سب کی جبلّی احتیاج کے اعتبار سے یہ غذائی ذخیرے ودیعت فرمائے ہیں۔ یہ نہیں ہے کہ کچھ مخلوقات تو وجود میں آگئی ہوں لیکن ان کی پرورش کیلئے جس غذا کی ضرورت ہے وہ وجود میں نہ آئی ہو۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر، زمین کی تہوں میں، سمندر کی تاریکیوں میں، جہاں کہیں بھی چھوٹی یا بڑی مخلوق موجود ہے اس کے گرد وپیش میں اس کا طبعی رزق موجود ہے''(۱۶)

یہی تفسیر مفسرین کے ہاں راجح ہے اور قرین قیاس بھی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہاں ملکیت کا کوئی قانون بیان نہیں فرمایا ہے بلکہ اپنی نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ کائنات کا مکمل نظام ایک تدبیر کے تحت ہے یہاں تک کہ اس

میں موجود تمام مخلوقات کی خوراک کا بھی مکمل انتظام کردیا گیا ہے۔ایسا نہیں ہے کہ مخلوقات کی تعداد زیادہ ہو لیکن ان کے حساب سے ان کی ضرورت کے مطابق خوراک کا انتظام نہ ہو۔ بہرکیف قرآن کریم کی یہ آیت زمین کی اجتماعی ملکیت پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ اس میں زمینی ملکیت کے حوالے سے کوئی قانون نہیں بتایا گیا بلکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

تیسری دلیل

قرآن کریم میں بعض ایسی آیات ہیں جو زمین کی انفرادی ملکیت کو ظاہر کرتی ہیں اور یہ وہ آیات ہیں جن میں باغات کی نسبت انسان کی طرف کی گئی ہے، ظاہر ہے ایسی آیات سے زمین کی نجی اور انفرادی ملکیت کا ثبوت ہی ملتا ہے۔لیکن ان آیات کی روشنی میں پروفیسر فاروق عزیز لکھتے ہیں:

> ''اگر اس دلیل کا جائزہ لیا جائے تو اس سے کہیں بھی زمین کی نجی ملکیت کا اثبات ممکن نہیں۔قرآن مجید نے باغ کے لیے نجی ملکیت تسلیم کی ہے زمین کے لیے نہیں.........
>
> بالفرض ایک شخص زید ایک کمپنی میں ملازم ہے زید وہاں جو بھی کام کرتا ہے وہ اس کا معاوضہ کمپنی سے لے لیتا ہے جو اس کی محنت کا معاوضہ ہوتا ہے۔لیکن زید کبھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ کمپنی جس میں وہ ملازم ہے وہ بھی اس کی ہے بعینہ یہی صورت حال زمین کی بھی ہے''(۱۷)

جواب

قرآن کریم میں جہاں باغات کی نسبت کی ضرورت پڑی وہاں باغات کی نسبت کی گئی ہے لیکن جہاں زمین کی نسبت کی ضرورت پڑی ہے وہاں اللہ پاک نے زمین کی نسبت فرمائی ہے۔جیسا کہ سورہ احزاب میں ارشاد ہے:

> ترجمہ۔اورتم کو وارث بنایا ان کی زمین، گھروں اور ان کے اموال کا۔(۱۸)

زمینی نسبت کے حوالے سے قرآن کریم کی یہ آیت بالکل واضح ہے۔اور اس آیت میں ایک بات یہ بھی نوٹ کرنے کی ہے کہ اس میں اموال اور دیار کی طرح زمین کی نسبت بھی انسانوں کی طرف کی گئی ہے۔اس سلسلے میں ان تینوں کے بیچ فرق نہیں رکھا گیا۔

اس کے علاوہ نبی کریم ﷺ کے حوالے سے بھی کتب احادیث میں اس قسم کے زمینی تنازعات بھی ملتے ہیں جن میں آپ ﷺ نے فرد کے لیے زمین اور باغات کے فیصلے فرمائے ہیں۔جیسا کہ حضرت عروہ اپنے والد سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں:

> ترجمہ۔دو آدمی بیاضہ نامی قبیلے سے تعلق رکھنے والے آپؐ کی خدمت میں یہ جھگڑا لائے کہ ایک نے دوسرے کی زمین میں درخت لگائے ہیں۔رسول اللہؐ نے صاحب زمین کے لیے زمین کا

فیصلہ فرمایا اور کھجور کے درختوں کے مالک سے فرمایا کہ وہ اپنے درختوں کو اس زمین سے نکال لے۔(۱۹)

حضرت علقمہ ابن وائل اپنے والد سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ترجمہ۔ایک شخص حضرموت اور دوسرا شخص کندہ سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا۔حضرمی نے کہا کہ اے اللہ کے رسول اس نے میری زمین پر قبضہ کیا ہے۔کندی کہنے لگا کہ وہ میری زمین ہے اور میرے قبضے میں ہے۔اس کا اس میں کوئی حق نہیں۔جس پر رسول اللہ ﷺ نے حضرمی سے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے پاس گواہ ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ پھر تمہارے لیے قسم کے ذریعے فیصلہ ہوگا (یعنی کندی قسم اٹھائے گا) جس پر حضرمی کہنے لگا کہ اے اللہ کے رسول یہ فاسق انسان ہے اسے قسم کی کوئی پروا نہیں اور یہ کسی چیز سے نہیں بچتا۔آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تیرے لیے قسم کے علاوہ کچھ نہیں (یعنی قسم ہی پر فیصلہ ہوگا) راوی کہتے ہیں کہ وہ شخص قسم اٹھانے لگا۔رسول اللہ ﷺ نے اس کے لوٹنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ اس شخص نے اس آدمی کے مال پر اگر قسم اس وجہ سے اٹھائی ہے تا کہ اس کے مال کو ناحق کھالے تو یہ (قیامت والے روز) اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ اس سے اعراض فرمائے گا۔(۲۰)

یہ واقعات بتلاتے ہیں کہ زمین انسان کی ذاتی اور انفرادی ملکیت میں داخل ہوسکتی ہے۔اس لیے کہ زمین کا فیصلہ ایک فرد کے حق میں کیا جارہا ہے۔اگر ایک انسان انفرادی طور پر زمین کا مالک نہ ہوسکتا تو زمین کا فیصلہ انفرادی انسان کے حق میں کبھی نہ ہوتا اور رسول اللہ ﷺ خود اس قسم کے فیصلے نہ فرماتے۔

اور دوسرا یہ کہ ڈاکٹر فاروق عزیز نے زید کی کمپنی میں ملازمت کے حوالے سے جو مثال دی ہے وہ بھی یہاں کارآمد اس لیے نہیں ہے کہ محنت کر کے معاوضہ حاصل کرنے والا شخص اس زمین یا کمپنی پر حق ملکیت کا دعوی کیسے دائر کرسکتا ہے؟ اس لیے کہ وہ ملازم ہے اور کمپنی خرید نہیں رہا، خریدے گا تو مالک بھی ہوجائے گا۔اس حوالے سے روایات میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مثالیں موجود ہیں کہ وہ دوسروں کے باغات میں ملازمت کرتے تھے، جس کا ان کو معاوضہ دیا جاتا تھا اور دوسروں سے ان کی زمینیں خریدتے بھی تھے۔

چوتھی دلیل:

قرآن حکیم کی آیت ہے:

ترجمہ۔اور تم کو وارث بنایا ان کی زمین، گھروں اور ان کے اموال کا اور ایک ایسی زمین کا جس پر ابھی تک تم نے اپنے قدم نہیں پھیرے۔اور اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔(۲۱)

پروفیسر ڈاکٹر فاروق عزیز اس آیت کی روشنی میں لکھتے ہیں:

''گھروں اور اموال کی حد تک تو اس آیت میں جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے جو واضح طور پر نجی ملکیت کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ حقیقت عام قرآنی حقائق کی مطابقت میں ہے تاہم زمین کے لئے استعمال کیا جانے والا لفظ ''ارضھم'' واضح طور پر اس امر کی شہادت ہے کہ زمین ان کی ذاتی ملکیت میں نہیں تھی بلکہ اجتماعی ملکیت میں تھی۔ یہاں واضح رہے کہ ارضھم کا ترجمہ ان کی زمین ہوگا ان کی زمینیں نہیں۔ اگر زمین کے لیے بھی جمع کا صیغہ استعمال کیا جاتا تو شاید نجی ملکیت کا جواز پیدا ہوسکتا تھا۔ تاہم آیت میں استعمال کیا جانے والا لفظ ارضھم اس امر کی کھلی تردید ہے کہ زمین ان کی نجی ملکیت میں تھی'' (۲۲)

جواب: مدینہ کی اطراف کی یہ زمین چونکہ ایک تھی اس لئے زمین کے لیے جمع کا صیغہ استعمال نہیں کیا گیا۔ اور چونکہ اس زمین کے اوپر بنے ہوئے گھر تعداد میں زیادہ تھے، اس لئے ان گھروں کے لئے اور دیگر اموال کے لیے جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا۔ لہٰذا اس آیت میں اس مکمل علاقہ کی طرف اشارہ کرنا مقصود تھا جو کہ مدینہ کے اطراف کا تھا تو اس لیے ارضھم کہا گیا۔ اس علاقے میں رہنے والے ہر فرد کی زیر ملکیت زمین کی طرف یہاں اشارہ کرنا مقصود ہی نہیں ہے تو جمع کا صیغہ استعمال کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ چنانچہ مولانا امین احسن اصلاحی نے بھی اپنے ترجمہ میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ لکھتے ہیں: ''اور ان کا پورا علاقہ، ان کے تمام مکانات وحصارات اور ان کے ہر قسم کے اموال واثاثات کے ساتھ۔'' (۲۳)

اور مزید یہ کہ کلام عرب میں بکثرت ارض کا استعمال واحد ہی ہوا ہے۔ عرب کے شعراء اسے واحد ہی استعمال کر کے جمع مراد لیتے رہے ہیں۔ قرآن کریم کی اس آیت میں بھی ارض لفظی طور پر اگرچہ واحد ہے لیکن معنی کے اعتبار سے جمع ہے۔ جیسا کہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ ''تفسیر مظہری'' میں اس آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''ان کی زمینوں کا (یعنی کھیتوں اور باغوں کا) اور ان کے گھروں کا (یعنی قلعوں اور گڑھیوں کا) اور ان کے مالوں کا (یعنی نقد جنس اور مویشی کا) مالک بنا دیا۔'' (۲۴)

مفسرین کے یہ تراجم بتلاتے ہیں کہ مذکورہ آیت میں ارض کا استعمال واحد ہے لیکن مراد اس کی کچھ اور ہے۔ اور قرآن حکیم میں بھی ''لله ما فی السموات و مافی الارض'' اور ''لله ملک السموات و الارض'' جیسی مثالیں کثرت سے موجود ہیں جہاں ارض کا استعمال واحد ہی ہوا ہے۔ لہٰذا زمین کی انفرادی ملکیت کے عدم جواز پر اس آیت سے استدلال درست نہیں ہوگا۔

پانچویں دلیل: قرآن حکیم کی آیت مبارکہ ہے: ''و الارض وضعها للانام'' (۲۵)۔ ترجمہ۔ اور زمین کو بچھایا مخلوق

کے لیے۔اس آیت کی روشنی میں پروفیسر ڈاکٹر فاروق عزیز اپنی کتاب ''اسلامی معاشی اصول'' میں لکھتے ہیں:

''گویا زمین تمام مخلوقات کے لئے ہے اگر زمین کی نجی ملکیت تسلیم کر لی جائے تو زمین تمام مخلوقات کے لئے کیسے رہ جائے گی؟ وہ تو صرف ان گنے چنے افراد کے لئے ہو گی جو اس کے نام نہاد مالک ہوں گے وہی اس سے مستفید ہو سکیں گے اور بقیہ خلق خدا ان کا منہ دیکھے گی جیسا کہ بالخصوص پاکستان میں دیکھ رہی ہے۔اس آیت کی کوئی تفسیر زمینداری اور جاگیرداری میں ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ زمین کی نجی ملکیت کی صورت میں کسی صورت استفادہ عام ممکن نہیں ہے بلکہ صرف خاص الخاص ضرور ممکن ہے جس کی بہترین مثال اس وقت پاکستان کا نظام اراضی ہے۔''(۲۶)

جواب: پروفیسر ڈاکٹر فاروق عزیز اس آیت سے زمین پر اجتماعی ملکیت کا ثبوت پیش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جو کہ حقیقت میں واقعے کے خلاف ہے۔کیونکہ اس آیت کا اگر بغور جائزہ لیا جائے تو اس سے اجتماعی ملکیت کی نفی ہوتی ہے۔لیکن اس سے قبل اگر اس آیت کا مفہوم اس کے سیاق وسباق کو دیکھتے ہوئے بیان کر دیا جائے تو مناسب ہوگا۔دراصل یہاں اللہ تعالیٰ ملکیت کا کوئی قانون بیان نہیں فرما رہے ہیں بلکہ اپنی نعمتوں اور قدرتوں کو ذکر کر رہے ہیں۔اور اس کے تحت یہ بتلایا کہ مخلوق پر کیے جانے والی نعمتوں میں' سے ایک نعمت زمین کی ہے جو کہ کل مخلوق کے لئے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہے،خواہ وہ انسان ہو یا حیوان۔سب اس زمین سے مستفید ہو سکتے ہیں۔

قابل غور بات یہ ہے کہ آیت میں ''الانـــام'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے،جس کے معنی انسان ہی نہیں بلکہ کل مخلوق ہے۔خواہ وہ انسان ہوں یا دیگر حیوانات۔تو مطلب یہ ہوا کہ زمین کی تخلیق کل مخلوق کے لیے ہے،جس میں انسان کی تخصیص نہیں۔جب یہ کل مخلوق کے لئے ہے تو پھر اس پر انسان کی اجتماعی ملکیت بھی نہیں رہی بلکہ یہ تمام مخلوق کے لیے ہوگی۔جیسا کہ مفتی محمد تقی عثمانی ''تکملہ فتح الملہم'' میں لکھتے ہیں:

ترجمہ۔اگر اس قسم کی آیت کو بطور استدلال تسلیم کیا جائے تو یہ آیت اجتماعی ملکیت کی نفی پر بھی دلیل ہے،اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا فرمایا ہے مخلوق کے لیے۔اور انام کا لفظ انسان کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ یہ تمام حیوانات کو شامل ہے۔(۲۷)

مفتی محمد تقی عثمانی ''ملکیت زمین اور اس کی تحدید'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''اس آیت میں صرف یہ نہیں کہا گیا کہ زمین انسانوں کے لیے پیدا کی گئی ہے بلکہ فرمایا یہ گیا ہے کہ زمین مخلوق کے لیے پیدا کی گئی ہے۔لہٰذا اس میں صرف انسان نہیں بلکہ تمام چوپائے،مویشی، درندے اور ہر قسم کے حیوانات بھی داخل ہیں۔مخلوق کے لئے قرآن کریم نے لفظ ''الانام'' استعمال فرمایا ہے جس کے معنی کل مخلوق کے ہیں۔اور اس میں وہ تمام مخلوقات شامل ہیں جن پر نیند

طاری ہوتی ہے۔'' (۲۸) معلوم ہوا کہ قرآن کریم کی جس آیت کو یہ حضرات زمین کی اجتماعی ملکیت کے اثبات پر پیش کر رہے ہیں وہ آیت اثبات کے بجائے نفی کر رہی ہے۔

اور اس آیت کے حوالے سے مولانا مودودی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''مسئلہ ملکیت زمین'' میں لکھتے ہیں:

''سیاق وسباق پر نظر ڈالنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مقصد کوئی قانون بنانا نہیں بلکہ خدا کی قدرتوں کا بیان ہے۔ ساری تقریر اس انداز پر ہے:

''رحمٰن نے قرآن کا علم دیا، انسان کو پیدا کیا، اسے بیان کی قوت دی، اسی کے حکم سے چاند سورج گردش میں ہیں، درخت اور گل بوٹے سب اسی کے آگے سربسجود ہیں، اس نے اوپر آسمان کو تان دیا، اور نیچے خلقت کے فائدے کے لیے زمین بچھادی جس میں میوے اور کھجور کے درخت ہیں، اور طرح طرح کے اناج اور خوشبودار پھول ہیں۔ اب تم اپنے پروردگار کی قدرت کے کن کن کرشموں کو جھٹلاؤ گے؟''

اس تقریر میں تمدنی قانون بیان کرنے کا آخر کونسا موقع تھا؟ اور اس سلسلہ بیان میں یہ فقرہ کے ''نیچے خلقت کے فائدے کے لیے زمین بچھادی'' یہ معنی کہاں دیتا ہے کہ زمین پر شخصی ملکیت ناجائز ہے؟ قرآن سے احکام نکالنے کے لیے ضروری ہے کہ آیت کے الفاظ اور اس کے موقع ومحل اور سیاق وسباق کو پیش نظر رکھا جائے۔ پھر اس امر کا بھی لحاظ کیا جائے کہ جو قانون ہم اس آیت سے اخذ کر رہے ہیں آیا اس کو نبی ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں عملاً جاری بھی فرمایا تھا یا نہیں؟ اگر معلوم ہو کہ آپ نے ایسا قانون جاری نہیں فرمایا، بلکہ آپ کا عمل اس کے خلاف رہا، تو ہمیں سمجھ لینا چاہیے کہ بادی النظر میں قرآن کا جو مفہوم ہم سمجھ رہے ہیں وہ غلط ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ اسی لیے بھیجے گئے تھے کہ قرآن میں جو احکام دیے گئے ہیں ان پر عمل کر کے بتائیں اور زندگی کے معاملات میں ان کو جاری کر دیں۔ اگر آپ احکام قرآنی کے مطابق زندگی کے قدیم طریقوں میں اصلاح نہ فرماتے اور الٰہی قوانین کو نافذ کرنے کے بجائے پرانے دستوروں کی پیروی کرتے تو نعوذ باللہ آپ کی بعثت بالکل فضول ہوتی، بلکہ بعثت کا اصل منشا ہی فوت ہو جاتا۔'' (۲۹)

مولانا مودودی نے تفصیل کے ساتھ اس مسئلے کی وضاحت کر دی کہ اس آیت کے سیاق وسباق میں اگر غور کیا جائے تو یہاں زمین پر انفرادی یا اجتماعی ملکیت کا قانون نہیں بتایا جا رہا بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کا تذکرہ فرما رہے ہیں۔ اور ان نعمتوں میں سے ایک نعمت یہ بھی بیان فرمائی کہ میں نے خلقت کے فائدے کے لیے زمین بھی بچھائی ہے۔ اور مزید یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی اسے اپنی حیات طیبہ میں جاری نہیں فرمایا۔ جس کا مطلب یہی ہے کہ مذکورہ آیت کا جو مفہوم

ڈاکٹر صاحب سمجھ رہے ہیں، حقیقت میں ایسا بالکل نہیں ہے۔اس لیے کہ دورِ رسالت اس کی تائید کرتا ہے۔

لہٰذا جب اس آیت کا زمین کی ملکیت سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے، اجتماعی اعتبار سے اور نہ ہی انفرادی اور شخصی اعتبار سے۔اور اس میں اللہ تعالیٰ نے زمینی ملکیت کے حوالے سے کسی قانون کو بیان نہیں فرمایا ہے بلکہ اپنی نعمتوں اور قدرتوں کو بیان فرمایا ہے۔تو اس آیت سے زمین کی اجتماعی ملکیت پر استدلال نہیں کیا جا سکتا۔

خلاصہ

قرآن کریم کی آیات، رسول اللہ ﷺ کی احادیث اور فقہائے کرام کی آراء سے زمین کی نجی، ذاتی اور انفرادی ملکیت کا ثبوت ملتا ہے۔زمین کے حوالے سے مزارعت، مساقات، ہبہ، وقف، توارث، عاریت اور اجارے وغیرہ سے متعلق بہت سے ایسے مسائل ہیں جو زمین کی نجی اور انفرادی ملکیت کے بغیر ممکن ہی نہیں ہیں۔جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمین کی نجی اور شخصی ملکیت درست اور جائز ہے۔قرآن کریم نے زمین کی انفرادی ملکیت کے عدم جواز کا کوئی قانون بھی بیان نہیں کیا۔ اور خود رسول اللہ ﷺ کا اپنا ذاتی عمل بھی یہ بتلاتا ہے کہ زمین کی انفرادی اور شخصی ملکیت جائز اور درست ہے۔اور جن محققین نے زمین کی انفرادی ملکیت کے عدم جواز پر رائے دی ہے، ان کے دلائل جمہور محققین کے دلائل کے سامنے مضبوط معلوم نہیں ہوتے ہیں۔جمہور کی رائے قرآن وسنت کے عین مطابق ہے۔غریب کی غربت کو جواز بنا کر بھی زمین کی انفرادی ملکیت کا انکار درست نہ ہوگا کیونکہ امیر وغریب کے درمیان کی یہ کمی اور زیادتی زمین کے علاوہ بھی کئی اشیاء میں موجود ہے۔ دورِ رسالت میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جائیدادیں خریدتے تھے اور دوسری طرف غریب صحابہ کرام کو کھانے پینے اور پہننے کیلئے بھی مشکل سے میسر آتا تھا لیکن رسول اللہ ﷺ نے کبھی اس معاملے کو جواز بنا کر زمین کی ذاتی ملکیت پر پابندی نہیں لگائی۔(نوٹ: مصالح امت کی خاطر مختلف ازمنہ اور مختلف امکنہ میں تحدید ملکیت کے لیے قرآن وسنت کی روشنی میں فقہائے اُمت قانون سازی کر سکتے ہیں۔مدیر)

مراجع وحواشی

(۱) پرویز، غلام احمد۔(۱۹۵۴ء)۔نظام ربوبیت۔کراچی: ادارہ طلوع اسلام۔ص۱۳۰

(۲) عزیز، فاروق۔(۲۰۰۴ء)۔مروجہ اسلامی معاشی تصورات قرآنی تناظر میں۔باب ۷۔کراچی: اسلامک بک سینٹر۔ص۱۷۰

(۳) عزیز، فاروق۔(۱۹۹۷ء)۔اسلامی معاشی اصول۔باب ۴۔کراچی: مکتبہ آئین نو۔ص۱۶۵

(۴) القرآن ۷:۱۲۸

(۵) عزیز، فاروق۔(۲۰۰۴ء)۔بحوالہ بالا

(۶) القرآن ۲:۲۸۴

(۷) عثمانی، محمد تقی۔(۱۴۲۵ھ)۔ملکیت زمین اور اس کی تحدید۔کراچی: مکتبہ دار العلوم۔ص۱۴۲

(۸) ایضاً

(۹) طاسینؒ، مولانا۔(۱۹۹۵ء)۔مروجہ نظام زمینداری اور اسلام۔لاہور: مکتبہ لاہور۔ص۳۶

(۱۰) القرآن ۴۱:۱۰

(۱۱) پرویز، غلام احمد۔(۱۹۵۴ء)۔بحوالہ بالا۔ص۱۳۱

(۱۲) عزیز، فاروق۔(۲۰۰۴ء)۔بحوالہ بالا۔ص ۱۷۳
(۱۳) عزیز، فاروق۔(۱۹۹۷ء)۔بحوالہ بالا۔ص ۱۸۱
(۱۴) طبری، ابن جریر۔(۱۴۰۶ھ)۔تفسیر ابن جریر۔جزء ۲۴۔بیروت: دارالمعرفہ۔ص ۶۳
(۱۵) مودودی، ابوالاعلیٰ۔(۲۰۱۵ھ)۔تفہیم القرآن۔جلد ۴۔لاہور: ادارہ ترجمان القرآن۔ص ۴۴۳
(۱۶) اصلاحی، امین احسن۔(۲۰۱۲ء)۔تدبر قرآن۔جلد ۷۔لاہور: فاران فاؤنڈیشن۔ص ۸۳
(۱۷) عزیز، فاروق۔(۲۰۰۴ء)۔بحوالہ بالا۔ص ۱۷۶، ۱۷۷
(۱۸) القرآن ۳۳:۲۷
(۱۹) بیہقی، ابوبکر احمد بن حسین۔(۱۳۳۵ھ)۔السنن الکبری۔کتاب الغصب۔باب لیس لعرق ظالم حق۔جلد ۶۔ملتان: نشر السنۃ۔ص ۹۹
(۲۰) ترمذی، محمد ابن عیسیٰؒ۔(۱۳۹۳ھ)۔جامع الترمذی۔ابواب الاحکام۔باب ماجاء فی ان البینۃ علی المدعی والیمین علی المدعی علیہ۔ ملتان: فاروقی کتب خانہ۔ص ۱۶۰
(۲۱) القرآن ۳۳:۲۷
(۲۲) عزیز، فاروق۔(۲۰۰۴ء)۔بحوالہ بالا۔ص ۱۸۲
(۲۳) اصلاحی، امین احسن۔(۲۰۱۲ء)۔بحوالہ بالا۔جلد ۶۔ص ۲۱۲
(۲۴) پانی پتی، محمد ثناء اللہ۔(۱۴۱۱ھ)۔تفسیر مظہری۔جلد ۹۔کراچی: دارالاشاعت۔ص ۳۳۴
(۲۵) القرآن ۵۵:۱۰
(۲۶) عزیز، فاروق۔(۱۹۹۷ء)۔بحوالہ بالا۔ص ۱۷۷
(۲۷) عثمانی، محمد تقی۔(۱۴۰۷ھ)۔تکملہ فتح الملہم۔جلد ۱۔کراچی: مکتبہ دارالعلوم۔ص ۱۴۴
(۲۸) عثمانی، محمد تقی۔(۱۴۲۵ھ)۔بحوالہ بالا۔ص ۱۴۴
(۲۹) مودودی، ابوالاعلیٰ۔(۱۹۲۹ء)۔مسئلہ ملکیت زمین۔لاہور: اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ۔ص ۱۱